نماز میں ہاتھ باندھنا

ایک تحریری مناظرے کا خلاصہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد!

پاک و ہند میں سب سے پہلے اسلام سندھ میں آیا۔ محمد بن قاسم اور ان کے ساتھی یہاں اسلام لائے۔ یہ حضرات عراق سے تشریف لائے۔ اور عراقی فقہ کے ہی پابند تھے۔ اس لئے سندھ ہمیشہ عراقی مدرسہ فکر اور فقہ حنفی کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں تک کہ بارھویں صدی ہجری میں سندھ کے مرکز علم "ٹھٹھہ" میں ایک شخص محمد بن عبدالہادی نامی پیدا ہوئے۔ جو بعد میں شیخ ابوالحسن سندھی کبیر کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ سندھ سے ترک وطن کر کے حجاز میں مقیم ہو گئے۔ ذہن میں آزادی اور خود اجتہادی پیدا ہو گئی۔ اس لئے مدینہ منورہ کے قیام میں نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے لگے اور رفع یدین کرنے لگے (فقہائے ہند ص ۱۷۴، ج ۵) ان کے معاصر اور ہم وطن شیخ ابوالطیب سندھی کو شیخ کی اس خود اجتہادی سے سخت اختلاف تھا۔ چنانچہ انہوں نے شیخ کو اس آزادی اور خود مختاری سے روکا۔ مگر وہ نہ مانے تو معاملہ قاضی مدینہ منورہ تک پہنچ گیا۔ قاضی صاحب نے بھی شیخ کو فہمائش کی، مگر وہ نہ مانے تو قاضی صاحب نے شیخ ابوالحسن کو سینے پر ہاتھ باندھنے اور رکوع کی رفع یدین کرنے کے جرم میں تنگ و تاریک

کوٹھڑی میں قید کردیا۔ شیخ چھ دن اس کوٹھڑی میں قید رہے۔ اہل مدینہ کبھی شیخ سے عرض کرتے کہ آپ یہ دونوں کام چھوڑ دیں۔ مگر وہ نہ مانتے۔ کبھی قاضی صاحب سے درخواست کرتے کہ آپ ہی شیخ کواس کی اجازت دے دیں، لیکن وہ بھی نہ مانتے۔ آخر یہ طے پایا کہ شیخ اپنے کندھوں پر ایک بڑی چادر ڈال لیا کریں۔ اور چادر کے نیچے ہی ہاتھ سینے پر باندھ لیا کریں، اور چادر کے نیچے ہی رفع یدین کرلیا کریں۔ چنانچہ شیخ اس پر راضی ہو گئے اور اسی طرح عمل کرتے رہے۔ لیکن جب قاضی صاحب کا وصال ہو گیا تو شیخ نے وہ چادر اتار ڈالی، اور پھر کھلے بندوں نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے لگے اور اختلافی رفع یدین کرنے لگے (فقہائے ہند ص۱۷۵-۱۷۶، ج۵ مولفہ محمد اسحاق بھٹی غیر مقلد) شیخ ابوالحسن سندھی کبیر کی تاریخ وفات میں مختلف اقوال ہیں: ۱۱۴۱ھ، ۱۱۳۹ھ، ۱۱۳۸ھ، ۱۱۳۶ھ، (فقہائے ہند ص۱۷۷، ج۵)

یہی آزادی اور خود اجتہادی شیخ کے دوسرے ہم عصر شیخ محمد معین ٹھٹھوی ۱۱۶۲ھ میں پیدا ہوگئی، کیونکہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ انہوں نے رفع یدین کے اثبات میں رسالہ لکھا، بلکہ کھل کر تقلید کے رد میں ایک کتاب "دراسات اللبیب" نامی لکھی۔ اور پھر خود اجتہادی میں وہ زیادہ ترقی کر گئے، پہلے حنفیت سے نکلے تھے، پھر اہل سنت سے بھی اختلاف پر اتر آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلفائے ثلاثہ سے افضل کہتے تھے۔ ابوطالب کے اسلام پر کتاب لکھی۔ ماتم حسین تک جائز کہتے تھے۔ وجد و سماع کے جواز پر کتاب لکھی۔ عمل اہل بیت کو عمل اہل مدینہ پر ترجیح دیتے تھے (فقہائے ہند ص۲۲۳ ج۵ تا ص۲۴۰)

ان ہی شیخ ابوالحسن کے شاگرد اور محمد معین ٹھٹھوی کے ہم عصر شیخ محمد حیات سندھی (۱۱۶۳ھ) تھے۔ وہ بھی تقلید کو خیرباد کہہ گئے اور تقلید کے خلاف ایک رسالہ "الایقاف علی سبب الاختلاف" لکھ دیا۔ اس رسالہ کا

اردو ترجمہ سب سے پہلے مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنے ماہوار رسالہ میں شائع کیا۔ پھر دوبارہ مولانا عطاء اللہ حنیف نے اس پر مقدمہ لکھا اور شائع کرایا۔ اسی طرح انہوں نے ایک رسالہ "تحفة الانام فی العمل بحدیث النبی علیه الصلوة والسلام" لکھا۔ اس رسالہ میں گویا اجتہاد تام کی تقلید ترک کر کے خود رائی اور اجتہاد خام کی خوب حوصلہ افزائی کی گئی۔ یاد رہے علامہ صالح فلانی کی کتاب "ایقاظ همم اولی الابصار" بھی اسی رسالہ سے ماخوذ ہے اور دین میں خود رائی اور خود سری کی دعوت ہے۔

شیخ محمد ہاشم ٹھٹھوی :

اسی زمانہ میں جبکہ یہ تین چار آدمی خود رائی کے حامی اٹھے اور تقلید مذہب سے ان لوگوں نے آزادی کی راہ اختیار کی' اسی زمانہ میں سندھ کے مردم خیز اور دارالعلم ٹھٹھہ میں مخدوم مکرم شیخ محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۷۴ھ) بھی تھے۔ علم فقہ و حدیث میں ایسی کامل مہارت رکھتے تھے کہ عرب و عجم میں اس وقت ان کا ثانی نہ تھا۔ آپ تقلید کے زبردست حامی تھے' اور خود رائی اور خام اجتہادی کے سخت مخالف تھے۔ شیخ محمد معین ٹھٹھوی نے اثبات رفع یدین پر کتاب لکھی تو مخدوم محترم نے اس کے جواب میں "کشف الرین فی مسئله رفع الیدین" تحریر فرمائی۔ جس کے جواب سے مذکورہ تینوں حضرات لاجواب رہے۔ اور سندھ میں پھر رفع یدین کرنے والا کوئی نہ رہا۔ شیخ معین کی کتاب دراسات اللبیب کا رد مخدوم زادہ شیخ عبداللطیف نے "ذب ذبابات الدراسات" کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں تحریر فرمایا۔ جس کا جواب الجواب آج تک نہ ہوسکا۔ اسی طرح شیخ محمد حیات سندھی نے سینے پر ہاتھ باندھنے کے ثبوت میں مذاہب اربعہ کی مخالفت کرتے ہوئے ایک رسالہ لکھا' جس کا رد مخدوم محترم نے "درہم الصرہ" میں تحریر فرمایا۔ اس کے جواب الجواب کا سلسلہ بھی

جاری ہوا، مگر آخر فتح حق کی ہوئی اور شیخ محمد حیات لاجواب ہو کر رہ گئے۔ اس بحث میں حدیث کی مشہور کتاب "مصنف ابن ابی شیبہ" کے مختلف نسخے موضوع بحث بنے رہے۔ اس میں شیخ مخدوم اپنی وسعت علمی اور اصول پسندی کی بنا پر کیسے کامیاب رہے اور شیخ محمد حیات تمام اصولوں سے انحراف کرکے بھی لاجواب ہوئے۔ چونکہ آجکل غیرمقلدین بھی شیخ محمد حیات کی تقلید میں ایک ایسی حدیث کا انکار کر رہے ہیں جو سنداً صحیح اور عملاً متواتر ہے۔ اس لئے شیخ محمد حیات کو جو جوابات مخدوم مکرم نے دیئے ان کو مختصرالفاظ میں ذکر کردیا گیا ہے :

جب ابوالحسن سندھی اور محمد حیات سندھی نے نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنے شروع کردیئے، اور ساتھ ساتھ یہ پروپیگنڈہ بھی شروع کردیا کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث نہیں، تو مخدوم شیخ محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی قدس سرہ نے ان پر دو اعتراض کئے : (ا) کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا ائمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی مذہب نہیں، اور چاروں اماموں کے خلاف ایک نیا پانچواں مذہب گھڑنا بالاجماع باطل ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے جامع ترمذی شریف میں دو ہی مذہب نقل فرمائے ہیں کہ بعض کا مذہب ہے کہ نماز میں ہاتھ "فوق السرہ" ناف کے اوپر باندھے جائیں اور بعض کا مذہب ہے کہ نماز میں ہاتھ "تحت السرہ" ناف کے نیچے باندھے جائیں۔ گویا امام ترمذی کے زمانہ تک کسی مجتہد کا مذہب سینے پر ہاتھ باندھنا نہ تھا۔ اور امام ترمذی کی وفات ۲۷۹ھ میں ہے۔ بلکہ امام ترمذی کے چار سو سال بعد تک بھی یہی معلوم تھا کہ سینے پر ہاتھ باندھنا کسی امام کا مذہب نہیں۔ چنانچہ علامہ نووی ۶۷۹ھ نے بھی مذاہب اربعہ نقل فرمائے ہیں اور کسی امام سے بھی "علیٰ صدرہ" کی صراحت پیش نہ کرسکے۔ چنانچہ شیخ ابوالحسن علی سندھی اور شیخ محمد حیات سندھی بھی کسی مجتہد سے یا مذاہب اربعہ کے کسی متن سے علیٰ صدرہ کی صراحت نہ دکھا سکے۔ اور شیخ مخدوم محمد ہاشم

نور اللہ مرقدہ کا موقف نہایت مضبوط رہا کہ اب چار ہی مذاہب متواتر ہیں۔ اس لئے ان کا اتفاق اجماع ہے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے کہ ائمہ اربعہ کی مخالفت اجماع کی مخالفت ہے۔ جب مخدوم نے دیکھا کہ یہ لوگ اجماع کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے تو ان سے پوچھا کہ تمہیں کونسی ایسی متواتر حدیث مل گئی ہے جس کے مقابلہ میں تم اجماع کی مخالفت بھی سر پر لے رہے ہو۔

ابن خزیمہ کی روایت :

اس پر ان حضرات نے ابن خزیمہ کا ذکر کیا کہ اس میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی نہایت صحیح السند حدیث موجود ہے۔ مخدوم نے سند کا مطالبہ کیا تو سند ان کے پاس موجود نہ تھی۔ کیونکہ صحیح ابن خزیمہ نہ ہی ان کے پاس تھی نہ ہی مخدوم کے پاس، نہ ہی اس کے نسخہ کا علم کسی کو تھا۔ اب سند کو دیکھے بغیر وہ دونوں اس پر بضد تھے کہ ابن خزیمہ کی تمام احادیث صحیح ہیں، اور مخدوم کا موقف تھا کہ ابن خزیمہ کی تمام احادیث صحیح نہیں۔ اس میں صحیح احادیث بھی ہیں، حسن بھی اور ضعیف بھی۔ چونکہ دلیل ان کی تھی، اس لئے اس کی سند کی صحت کا ثبوت ان کے ذمہ تھا۔ مگر وہ اس کے ثبوت سے عاجز رہے۔ البتہ بیہقی میں ایک اور حدیث تھی جس میں علیٰ صدرہ کے الفاظ تھے۔ لیکن اس کو وہ اپنی دلیل میں پیش نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی مؤمل بن اسماعیل تھا، جس کو مخدوم بھی ضعیف ثابت کرتے تھے، اور وہ دونوں بھی اس کو ضعیف مانتے تھے۔ اس لئے وہ بار بار ابن خزیمہ کا نام لیتے تھے کہ اس کی سند یقیناً صحیح ہے، کیونکہ امام ابن خزیمہ مؤمل بن اسماعیل جیسے ضعیف راوی سے روایت نہیں لے سکتے۔ ان کا یقین تھا کہ ابن خزیمہ کی سند میں مؤمل نہیں ہو گا۔

بات کھل گئی !

اگرچہ یہ تینوں حضرات ابن خزیمہ کو نہ دیکھ سکے، مگر اب ابن خزیمہ چھپ

کر آگئی ہے' اور اس میں سند یوں ہی ہے: موئل عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر (ابن خزیمہ ص ۲۴۳' ج ۱)

اب ذرا تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ سندیں یوں ہیں :

(۱) عبداللہ بن الولید عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر (مسند احمد ص ۳۱۸' ج ۴) اس میں علیٰ صدرہ نہیں۔

(۲) زائدہ عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر (نسائی) اس میں علیٰ صدرہ نہیں ہے۔

(۳) بشر بن المفضل عن عاصم عن ابیہ عن وائل بن حجر (ابوداؤد ص ۱۱۲' ج ۱) اس میں علیٰ صدرہ نہیں ہے۔

(۴) عبداللہ بن ادریس وبشر بن المفضل عن عاصم عن ابیہ عن وائل (ابن ماجہ ص ۵۹) اس میں بھی علیٰ صدرہ نہیں ہے۔

(۵) عبدالواحد عن عاصم عن ابیہ عن وائل (احمد ص ۳۱۶' ج ۴) اس میں بھی علیٰ صدرہ نہیں

(۶) زہیر بن معاویہ عن عاصم عن ابیہ عن وائل (احمد ۳۱۸' ج ۴) اس میں بھی علیٰ صدرہ نہیں

(۷) شعبہ بن الحجاج عن عاصم عن ابیہ عن وائل (احمد ص ۳۱۹' ج ۴) اس میں بھی علیٰ صدرہ نہیں ہے۔

(۸) سلام بن سلیم عن عاصم عن ابیہ عن وائل (طیالسی) اس میں بھی علیٰ صدرہ نہیں ہے

(۹) خالد بن عبداللہ عن عاصم عن ابیہ عن وائل (بیہقی ص ۱۳۱' ج ۲) اس میں بھی علیٰ صدرہ نہیں ہے۔

میں نے اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے صرف ۹ سندیں بیان کی ہیں۔ ان میں

سرے سے علیٰ صدرہ کا لفظ ہی نہیں۔ اس کا ذکر صرف سفیان کے طریق میں ہے اور ان سے بھی مومل بن اسماعیل منفرد ہے۔ امام سفیان ثوری خود مجتہد ہیں، لیکن ان کا عمل اس حدیث پر نہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں: وقال ابو حنیفه و سفیان الثوری و اسحاق بن راهویه و ابواسحاق المروزی من اصحابنا یجعلهما تحت سرته (شرح مسلم ص۱۷۳، ج۱) کہ امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ اور ہمارے اصحاب میں سے ابو اسحاق مروزی فرماتے ہیں کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں۔

اور سفیان ثوری سے اس لفظ کو صرف مومل بن اسماعیل روایت کرتا ہے۔ امام بخاری اس کو منکرالحدیث فرماتے ہیں (تہذیب) اور خود امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہر وہ راوی جس کو میں منکرالحدیث کہوں اس سے حدیث روایت کرنا جائز نہیں (میزان الاعتدال ص۵، ج۱) ابن سعد کہتے ہیں ثقہ کثیرالغلط۔ ابن قانع کہتے ہیں صالح مگر خطاکار۔ دارقطنی بھی ثقہ کثیرالخطاء کہتے ہیں (تہذیب) امام ابو حاتم اسے کثیرالخطاء کہتے ہیں۔ اور امام ابو زرعہ کہتے ہیں اس کی حدیث میں بہت سی غلطیاں ہیں (میزان الاعتدال) اور ابن حجر نے تو فیصلہ ہی فرما دیا مومل بن اسماعیل کی جو حدیث ثوری سے ہو اس میں ضعف ہوتا ہے (فتح الباری ص۲۰۶، ج۹)

نوٹ : احناف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو حدیث نسائی، ابوداؤد، ترمذی سے ترک رفع یدین پر پیش کرتے ہیں اس کی سند میں بھی سفیان عن عاصم بن کلیب ہے۔ اور آج کل کے غیر مقلد اس حدیث کے انکار کے لئے یہ بہانہ بناتے ہیں کہ سفیان ثوری مدلس ہے اور عن سے روایت کرتا ہے۔ اس لئے حدیث ضعیف ہے۔ تو انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اس سند میں بھی سفیان عن سے روایت کر رہا ہے۔ تو اس کو جناب کیسے صحیح کہہ سکتے ہیں۔ ہاں ایک فرق ذہن نشین

رہے کہ ترک رفع یدین کی حدیث پر اہل کوفہ کا متواتر عمل ہے۔ مگر یہاں اہل کوفہ کا متواتر عمل اس حدیث کے خلاف ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر ہے۔ اسی طرح ترک رفع یدین کی حدیث کا انکار اس بہانے سے بھی کرتے ہیں کہ اس سند میں عاصم بن کلیب منفرد ہے اور عاصم بن کلیب جب منفرد ہو تو حجت نہیں ہوتا۔ تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ابن خزیمہ کی اس حدیث میں بھی عاصم بن کلیب منفرد ہے۔ ہاں یہ فرق یہاں بھی ملحوظ رہے کہ ترک رفع یدین کی حدیث پر عمل متواتر ہے، خصوصاً اہل کوفہ میں، اور علیٰ صدرہ کے خلاف پوری امت کا اجماعی عمل متواتر ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے تمام طرق پر نظر کریں تو اس میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ جبکہ غیر مقلد اس حدیث کے خلاف ہمیشہ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اور حدیث وائل رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر اور کچھ گٹ پر رکھتے تھے۔ جب کہ غیر مقلدین اس حدیث کی مخالفت کرتے ہوئے دائیں ہتھیلی سے اپنی بائیں کہنی پکڑتے ہیں۔ اب دیکھئے اس حدیث میں جو باتیں صحیح سندوں سے ثابت ہیں ان کی مخالفت غیر مقلدین پورے دھڑلے سے کرتے ہیں، اور جس لفظ کی صحت ثابت ہی نہیں اس پر عمل کرتے وقت اجماع کی مخالفت کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اور بالفرض اگر یہ لفظ صحیح سند میں بھی آجاتا تو بھی اس سے سنیت ثابت نہ ہوتی، کیونکہ ثبوت سنیت کے لئے مواظبت ضروری ہے، جو یہاں ثابت نہیں۔ دیکھو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی حدیث صحاح ستہ کی ہر کتاب میں ہے، جس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ مگر پھر بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو کوئی سنت موکدہ نہیں کہتا، نہ مستحب کہتا ہے اور نہ ہی بیٹھ کر پیشاب کرنے کو کوئی خلاف سنت کہتا ہے۔

حدیث ہلب الطائی :

ان دونوں بزرگوں کے سامنے نہ تو ابن خزیمہ کی سند تھی، نہ اس کے رواۃ کو جانتے تھے، اس لئے انہوں نے ایک مفروضہ یہ بنایا کہ اگر بالفرض حدیث ابن خزیمہ میں کوئی معمولی ضعف بھی ہوگا تو حدیث ہلب طائی کی تائید سے وہ ضعف ختم ہوجائے گا۔ اور ان ہی مفروضوں پر مخالفت اجماع پر ڈٹے رہے۔ اب ذرا اس حدیث کا حال بھی پڑھ لیں : عن هلب رايت النبی ﷺ ينصرف عن يمينه وعن يساره ورايته يضع هذه على صدره ووصف يحيى اليمنى على اليسرى فوق المفصل (احمد ص۲۲۶، ج۵) "حضرت ہلب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ دائیں اور بائیں طرف سے مڑتے تھے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ نے یہ اپنے سینے پر رکھا اور یحییٰ نے بیان کیا کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھا۔"

اس کی سند (۱) يحيى بن سعيد عن سفيان قال حدثنا سماك عن قبيصه بن هلب عن ابيه (مسند احمد ص۲۲۶، ج۵)

(۲) وكيع عن سفيان عن سماك عن قبيصه بن هلب عن ابيه (مسند احمد ص۲۲۶، ج۵) اس میں علیٰ صدرہ نہیں۔

(۳) عبدالرحمٰن بن مهدى عن سفيان عن سماك عن قبيصه بن هلب عن ابيه (دارقطنی ص۱۰۷، ج۱) اس میں بھی علیٰ صدرہ نہیں ہے۔

(۴) عن ابی الاحوص عن سماك عن قبيصه بن هلب عن ابيه (ترمذی ص۳۴، ابن ماجہ ص۵۹) اس میں بھی علیٰ صدرہ نہیں ہے۔

(۵) شريك عن سماك عن قبيصه بن هلب عن ابيه (احمد) اس میں بھی علیٰ صدرہ نہیں ہے۔

○ معلوم ہوا کہ علیٰ صدرہ صرف ایک پہلی سند میں ہے۔ شیخ مخدوم محمد ہاشم نے فرمایا اس کا پہلا راوی یحییٰ بن سعید ہے۔ اور امام احمد کے معاصر یحییٰ بن سعید العطار، یحییٰ بن سعید بن سالم القداح اور یحییٰ بن سعید القرشی الصبی ہیں اور تینوں کے تینوں ضعیف ہیں۔ اگر کوئی اور یحییٰ بن سعید ہے تو سند میں اس کی صراحت دکھائی جائے اس کے جواب میں بھی دونوں بزرگ لاجواب رہے۔ اور سفیان (دوسرے راوی) کا عمل اس حدیث کے خلاف ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر ہے۔ نیز مخدوم نے فرمایا کہ تیسرا راوی سماک ہے۔ وہ بھی متکلم فیہ ہے اور صاحب تلقین ہے۔ خود سفیان نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ ان دو باتوں کا جواب بھی ان سے بن نہ پڑا۔ پھر مخدوم نے فرمایا کہ چوتھا راوی قبیصہ ہے۔ یہ بھی مجہول ہے۔ گویا یہ سند ہی ظلمات بعضھا فوق بعض کے قبیل سے ہے (درہم الصرہ) اس کے جواب میں بھی وہ دونوں بزرگ ایک حرف بھی نہ لکھ سکے۔ اور مخدوم نے یہ بھی فرمایا کہ اس حدیث کو نہ کبھی محدثین نے اپنے استدلال میں پیش کیا اور نہ ہی اصحاب مذاہب نے کبھی اس سے استدلال کیا۔ مخدوم فرماتے ہیں کہ نہ نووی ۶۷۹ھ نے اس حدیث کو استدلال میں پیش کیا اور نہ ہی ابن حجر ۸۵۲ھ تک کسی نے اس کو استدلال میں پیش کیا اور نہ ہی ان کے بعد محمد حیات ۱۱۶۳ھ سے پہلے کسی نے اس حدیث کو استدلال میں پیش کیا۔ اور یہ حضرات واقعتاً ثابت نہ کر سکے کہ کسی نے اس حدیث کو ان سے پہلے پیش کیا ہو۔

نوٹ ضروری : اس پیش نہ کرنے کی وجہ علامہ نیموی یہ بیان فرماتے ہیں کہ علیٰ صدرہ تصحیف کاتب ہے۔ اصل الفاظ یوں تھے کہ یضع هذه علی هذه و وصف یحیی الیمنی علی الیسری فوق المفصل۔ کہ آپ ﷺ نے یہ ہاتھ اس ہاتھ پر رکھا۔ اور یحییٰ نے وضاحت کی کہ دایاں بائیں کی کلائی پر رکھا۔ اس میں محل وضع کا ذکر ہی نہیں۔ کسی کاتب نے غلطی سے هذه علیٰ صدرہ

لکھ دیا۔ یعنی دوسرے ھذہ کو صدرہ بنادیا۔ اب یہ عبارت ہی بے معنی ہوگئی اور اس کا اگلی عبارت سے کوئی ربط بھی باقی نہ رہا۔ کیونکہ یحیٰ نے پہلے ھذہ کے بارہ میں فرمایا کہ دایاں ہاتھ اور علٰی صدرہ کی تشریح یہ کی کہ بائیں کے جوڑ پر اس کا سینے سے کیا تعلق! علامہ نیموی فرماتے ہیں کہ اس تصحیف کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں مسند احمد کی وہ تمام احادیث جمع کردی ہیں جو صحاح ستہ سے زائد تھیں، مگر مجمع الزوائد میں حدیث ھلب علٰی صدرہ کے الفاظ سے وہ بالکل نہیں لائے۔ ان کے بعد سید علی متقی بھی کنزالعمال میں حدیث ھلب ان الفاظ کے ساتھ نہیں لائے۔ اور پھر علامہ جلال الدین سیوطی بھی جمع الجوامع میں اس حدیث کو نہیں لائے۔ الغرض ان دونوں بزرگوں کے پاس ایک ضد تھی مگر دلیل کا نام ونشان نہ تھا۔

آخری سہارا--- مرسل طاؤس :

حضرت طاؤس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے۔ آگے ایک نسخہ میں ہے ثم یشدھما علی صدرہ۔ پھران کو سینے پر ان کو مضبوط کرتے۔ اور دوسرے نسخے میں ثم یشبک بینھما علی صدرہ کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر سینے پر رکھتے۔ یہ حدیث مراسیل ابوداؤد میں ہے ---- ایک تو یہ حدیث ہی مرسل ہے جو غیرمقلدین کے ہاں سرے سے قابل حجت ہی نہیں۔ دوسرے کسی محدث نے اس وقت تک اس کی سند کو صحیح نہیں کہا تھا جس کا نام یہ دونوں حضرات پیش کرسکتے۔ اس لئے انہوں نے یہ بات بنائی کہ امام ابوداؤد نے مراسیل میں اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔ اس لئے یہ حسن ہوگی۔ شیخ مخدوم ہاشم نے جواب دیا کہ ابوداؤد کے سکوت کو جو "حسن" کہا جاتا ہے یا "صالح" اس میں تفصیل ہے کہ یہ صالح للاحتجاج ہے یا صالح للاعتبار ہے (درہم الصرہ ص ۱۱۴)

صالح برائے احتجاج تو یقیناً نہیں اور یہاں کس کے لئے اس کی تائید یا اعتبار ہو گا۔ جب آپ کے پلے کوئی چیز ہے ہی نہیں، پھر اس کی سند میں سلیمان بن موسیٰ الاشدق ہے جو سخت متکلم فیہ ہے۔ اور اس پر امت میں کسی کا عمل بھی نہیں کہ دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر کوئی نماز میں ہاتھ باندھتا ہو۔

○ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ان دونوں صاحبان نے اجماع کی مخالفت سر پر لے کر پانچواں مذہب بھی گھڑا، لیکن دلیل سے خالی ہی رہے۔ اب ان کا سارا زور اس بات پر تھا کہ احناف اور امام احمد کی ایک روایت ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں --- یہ مذہب بالکل بے دلیل ہے، ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اس پر مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے "مصنف ابن ابی شیبہ" کی ایک حدیث پیش فرمائی : اخرج ابن ابی شیبہ فی مصنفہ حدثنا وکیع عن موسی بن عمیر عن علقمہ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رایت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ تحت السرۃ۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھا۔ وہ تو ابن خزیمہ کی سند پیش نہ کر سکے۔ مگر شیخ ہاشم نے مکمل سند اور اس کی توثیق پیش کر دی (درہم الصرہ ص ۲۷)

(۱) ابن ابی شیبہ ان کا نام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی ہے۔ یہ کوفہ میں مقیم رہے، ثقہ اور حافظ تھے۔ یہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے استاد ہیں۔ اور دسویں طبقہ کے راوی ہیں (تقریب ص ۱۸۷)

دسویں طبقہ کا راوی تبع تابعین کا شاگرد ہوتا ہے۔ اس لئے اس کتاب کے تمام راوی خیرالقرون کے راوی ہیں۔ یعنی اس کتاب کی سندوں میں یا صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم ہوں گے یا تابعین یا تبع تابعین۔ ان کے علاوہ کوئی راوی اس کتاب میں نہیں ہو گا۔ اور خیرالقرون میں خیر کا غالب رہنا احادیث مشہورہ متواترہ سے ثابت ہے۔ اس لئے خیرالقرون کے راویوں کے بارہ میں خیرالقرون کے بعد کے لوگوں کی جرح قابل قبول نہ ہوگی جب تک وہ مفسر اور مبین السبب نہ ہو۔ اور سبب جرح بھی متفق علیہ ہو اور جارح بھی ناصح ہو، متعصب یا متشدد نہ ہو۔

(۲) وکیع بن الجراح، یہ تبع تابعین میں سے بڑے ثقہ، حافظ اور عابد تھے۔ تمام صحاح والوں نے ان کی احادیث لی ہیں (تقریب ص۳۶۹)

(۳) موسیٰ بن عمیر العنبری، یہ بھی کبار تبع تابعین میں سے ہیں، کوفہ کے رہنے والے بالاتفاق ثقہ ہیں (تقریب ص۳۵۲) (۴) علقمہ بن وائل، یہ تابعین میں سے ہیں اور بالاتفاق ثقہ ہیں۔ کوفہ میں رہائش پذیر تھے، صحابی زادہ ہیں۔

(۵) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، یہ صحابی ہیں۔ اصل یمن کے رہنے والے تھے۔ مگر دور فاروقی سے کوفہ میں آ کر آباد ہوئے اور ساری عمر یہیں رہے اور یہیں وصال فرمایا۔

○ یہ حدیث سند کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ اس سند کے سارے راوی کوفی ہیں، اور کوفہ میں عملی تواتر بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا تھا۔ صحت سند اور عملی تواتر کے بعد اس حدیث پر عمل کرنے میں چوں چرا کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ مگر ضد کا کوئی علاج نہیں۔ شیخ ہاشم درہم الصرہ ص۸۰ پر فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ محمد حیات سندھی سے خود مکہ معظمہ میں سنا۔ انہوں نے کہا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کا قلمی نسخہ جو شیخ عبداللہ بن سالم بصری کے پاس ہے، اس میں اسی سند کے ساتھ یہ حدیث ہے، اور اس میں علیٰ صدرہ کے الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینہ پر ہاتھ باندھے۔ اس لئے دو نسخوں میں تعارض ہو گیا۔ دونوں حدیثیں تعارض کی وجہ سے ساقط الاعتبار قرار پائیں۔ شیخ ہاشم فرماتے ہیں

کہ جب ہم نے شیخ عبداللہ بن سالم بصری کا نسخہ دیکھا تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ شیخ محمد حیات نے صریح جھوٹ بولا جس کی امید کسی بچے اور جاہل سے بھی نہیں تھی، چہ جائیکہ ایسے ذکی کے بارہ میں سوچا جاتا۔ اس سے یہ بات تو دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہوگئی کہ شیخ محمد حیات کا مقصد تحقیق حق ہرگز نہ تھا محض ایک ضد تھی۔

اعتراض :

شیخ محمد حیات کا جب یہ جھوٹ ظاہر ہوگیا تو اب "میں نہ مانوں" پر اتر آئے کہ شیخ عبداللہ بن سالم بصری کے نسخہ میں اگر علیٰ صدرہ سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں تو تحت السرہ بھی تو نہیں ہے، اور یہی نسخہ زیادہ قابل اعتماد ہے۔ شیخ ہاشم نے درہم الصرہ ص۱۰۷ پر اس کا جواب تحریر فرمایا کہ شیخ عبداللہ بن سالم بصری کے نسخہ پر کسی کی تصحیح نہیں ہے۔ اور جس نسخہ کی کسی نے تصحیح نہ کی ہو، قاضی عیاض تو صاف فرماتے ہیں کہ اس سے روایت کرنا ہی جائز نہیں۔ لیکن امام ابو اسحاق اسفرائنی فرماتے ہیں کہ اس سے روایت تین شرطوں سے جائز ہے۔ (۱) ناقل صحیح النقل اور قلیل السقط ہو۔ (۲) نقل بھی کسی تصحیح شدہ نسخہ سے کی گئی ہو، (۳) ناقل وضاحت کردے کہ نقل کے بعد اس کا مقابلہ صحیح نسخہ سے نہیں کیا گیا۔ شیخ ہاشم نے مطالبہ کیا کہ نسخہ کے قابل اعتماد ہونے کی یہ شرائط شیخ محمد حیات اس نسخہ میں ثابت کردیں۔ لیکن نہ یہ ثابت ہوسکا نہ ہی یہ نسخہ قابل اعتماد ٹھہرا۔

نسخہ جات :

اس کے بعد شیخ محمد حیات نے مطالبہ کیا کہ آپ کسی صحیح نسخے کا پتہ دیں جس میں تحت السرہ کا لفظ ہو۔ تو شیخ نے فرمایا: (۱) پہلا نسخہ شیخ قاسم بن قطلوبغا ۸۷۹ھ کا ہے۔ انہوں نے خبر دی کہ میں نے خود نسخہ صحیحہ میں یہ لفظ دیکھا ہے، اور شیخ بالاتفاق عادل ہیں اور عادل کی خبر بالاتفاق واجب القبول ہے۔ لیکن

شیخ محمد حیات نہ تو شیخ قاسم کی عدالت کا انکار کر سکے اور نہ ہی اس حدیث کو قبول کیا۔ (۲) شیخ محمد اکرم نصرپوری کا نسخہ۔ شیخ ہاشم نے فرمایا کہ اس نسخہ میں میں نے خود تحت السرہ کا لفظ مشاہدہ کیا ہے۔ (۳) شیخ عبدالقادر مفتی مکہ معظمہ کا نسخہ۔ اس میں بھی تحت السرہ کا لفظ میں نے دیکھا ہے۔ اور فرمایا ایک نسخہ کا ثبوت خبر عادل سے ہے اور دو کا ثبوت میرے مشاہدہ سے ہے۔

فائدہ : (۴) بلکہ شیخ محمد حیات السندھی کے شاگرد خاص ملا قائم سندھی نے فوز الکرام میں لکھا: فهذه الزيادة فى اكثر نسخ الصحيحه و رايت بعينى فى نسخه صحيحه عليها الامارات المصححه (درالغرہ ص ۲۴) کہ تحت السرہ کا لفظ اکثر صحیح نسخوں میں موجود ہے۔ اور میں نے خود اپنی آنکھوں سے ایک صحیح نسخہ میں یہ لفظ دیکھا ہے جس پر تصحیح کرنے والوں کے نشان بھی ہیں۔ (۵) مدینہ منورہ میں قبہ محمودیہ میں جو مصنف ابن ابی شیبہ کا قلمی نسخہ ہے اس میں بھی تحت السرہ کا لفظ موجود ہے (درالغرہ ص ۲۴) (۶) مولانا شمس الحق عظیم آبادی صاحب عون المعبود کے پاس جو مصنف کا قلمی نسخہ تھا اس میں بھی تحت السرہ کا لفظ ص۲۶۶ پر موجود ہے۔ اسی نسخہ کی نقل پیر جھنڈا کے پاس ہے۔ اس میں بھی تحت السرہ ہے۔ اور اس نسخہ کی نقل مدینہ منورہ میں شیخ عابد سندھی کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔ اس میں بھی تحت السرہ ہے۔ ان کی فوٹوسٹیٹ مصنف مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان میں موجود ہے۔ الغرض ان نسخوں میں کوئی نسخہ مصر کا ہے، کوئی مکہ مکرمہ کا، کوئی مدینہ منورہ کا، کوئی سندھ کا، کوئی ہند کا۔ سب نسخوں میں تحت السرہ کا لفظ موجود ہے۔

کاتب کی غلطی کا بہانہ :

اب محمد حیات سندھی نہ تو شیخ قاسم کی عدالت کا انکار کر سکا نہ ہی شیخ ہاشم اور اپنے شاگرد شیخ قائم کے مشاہدات کا انکار کر سکا۔ تو اب یہ بہانہ بنایا کہ مصنف

میں پہلے وائل رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے جس میں تحت السرہ نہیں اور بعد میں امام ابراہیم نخعی کا اثر ہے جس میں تحت السرہ ہے۔ تو کاتب نے غلطی سے ایک سطر چھوڑ دی۔ اور ابراہیم نخعی کے اثر میں جو تحت السرہ تھا وہ حدیث مرفوع کے ساتھ لکھ دیا۔ لیکن پھر ساتھ ہی لکھا کہ بعض نسخوں میں حدیث مرفوع میں بھی تحت السرہ ہے اور اثر نخعی میں بھی --- اب یہ دیکھا جائے گا کہ اگر تحت السرہ سطر کے درمیان میں ہے تو پھر تو حدیث میں ثابت ہے' اور اگر نیچے اوپر یا ایک طرف ہے تو الحاق ہے۔ تو شیخ ہاشم نے فرمایا کہ یہ لفظ عین وسط سطر میں ہے۔ جیسا کہ ہم نے مشاہدہ کیا ہے (درہم الصرہ ص ۶۲) اور جس نسخہ کا فوٹو سٹیٹ دیا ہے اس میں بھی عین سطر کے درمیان ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ صحیح نسخوں میں ثابت ہے۔ ان چھ نسخوں کے مقابلہ میں عبداللہ بن سالم بصری کا نسخہ جس میں تحت السرہ نہیں' اولاً تو ناقابل اعتماد ہے' ثانیاً اگر مانا بھی جائے تو مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے۔ اور زیادت ثقہ بھی مقبول ہے تو زیادت چھ ثقات کی ایک کے مقابلہ میں قبول کیوں نہ ہوگی؟ اب لے دے کر ایک بہانہ یہ رہ گیا کہ ابن ابی شیبہ کی اس حدیث سے قاسم بن قطلوبغا ۸۷۹ھ سے پہلے کسی نے استدلال نہیں کیا۔ تو شیخ ہاشم نے فرمایا کہ مسند احمد کی ھلب طائی والی حدیث سے بھی محمد حیات سندھی ۱۱۶۳ھ سے پہلے سینے پر ہاتھ باندھنے کے لئے کسی نے استدلال نہیں کیا۔ اس کے جواب سے محمد حیات سندھی بالکل عاجز رہے۔ لیکن غیر مقلدین اب تک اس کی اندھی تقلید میں اس صحیح السند حدیث جو عملی تواتر سے بھی موید ہے کا نہ صرف انکار کر رہے ہیں بلکہ اس کو تحریف کا نام دے کر الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کی مثال پوری کر رہے ہیں۔

نئے کرتب :

محمد حیات سندھی نے تین ہی دلیلیں بیان کی تھیں: ابن خزیمہ کی حدیث'

ھلب طائی کی حدیث' طاؤس کی مرسل- ان کا مفصل حال آپ پڑھ آئے ہیں۔
(۱) ابن خزیمہ کی سند بالکل ناقابل اعتماد ہے- مگر غیر مقلدین کے محدث اعظم مولوی عبدالرحمن مبارک پوری اور ان کی تقلید میں غیر مقلدین مناظر اعظم مولوی ثناء اللہ امرتسری اور ان کے مفتی اعظم ابوالحسنات علی محمد سعیدی نے سند ہی بدل ڈالی اور ابن خزیمہ کی ضعیف سند اتار کر صحیح مسلم شریف کی ایک سند اس کے ساتھ جوڑ دی- وہ سند یہ ہے: عن عفان عن همام عن محمد بن جواده عن عبدالجبار بن وائل عن علقمه بن وائل و مولٰی لهم عن ابيه (فتاویٰ ثنائیہ ص۲۷۳'ج۱- فتاویٰ علمائے حدیث ص۹۱'ج۲) جب کہ اصل سند یوں تھی: مومل عن سفيان عن عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل (ابن خزیمہ ص۲۴۳'ج۱) دیکھئے حضرت وائل رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی کے علاوہ پوری کی پوری سند ہی تبدیل کردی- اور جب کوئی پوچھتا ہے کہ یہ فریب کیوں کیا تو یہ قوالی شروع کردیتے ہیں- "ما اہل حدیثیم : دغا را نہ شناسیم-" اور اسی ابن خزیمہ والی حدیث کے بارہ میں ان کے مناظر اعظم مولوی ثناء اللہ امرتسری اور مفتی علی محمد سعیدی نے ابن حجر عسقلانی الشافعی پر یہ جھوٹ بھی بول دیا کہ انہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (فتاویٰ ثنائیہ ص۲۷۰'ج۱- فتاویٰ علمائے حدیث ص۹۵'ج۲)

دوسری حدیث ھلب طائی کی بیان کی تھی' جس کے اصل الفاظ تو ھذہ علٰی ہذہ تھے- مگر کاتب کی تصحیف سے ھذہ علٰی صدرہ ہو گئے- لیکن غیر مقلدین کے مناظر اعظم مولوی فاضل ثناء اللہ امرتسری اور مفتی اعظم ابوالحسنات علی محمد سعیدی نے یہاں بھی اپنا کرتب دکھایا اور یدہ علی صدرہ بنا ڈالا (فتاویٰ ثنائیہ ص۲۸۳'ج۱' اور فتاویٰ علمائے حدیث ص۹۳'ج۲) ھذہ کو یدہ بنایا- عجیب کرتب ہے- مگر اب ید واحد ہو گیا تو ان کو ایک ہاتھ سینے پر رکھنا چاہئے- اور

طاؤس کی حدیث میں ایک نسخہ میں یشبك بینهما ہے۔ اس کو غیر مقلد بالکل چھپاتے ہیں اور کبھی اس پر عمل نہیں کرتے۔ ان کرتبوں سے غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ جاتا ہے۔

جھوٹ ہی جھوٹ :

غیر مقلدین کے محدث اعظم حافظ عبداللہ روپڑی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بیوی کو خوش کرنے کے لئے خدا تعالیٰ پر جھوٹ بولنا بھی جائز ہے (مظالم روپڑی) تو اپنے غلط مذہب کی اشاعت کے لئے جھوٹ سے کون ان کو روک سکتا ہے۔ اسی لئے ان کے مناظر اعظم محمد یوسف جے پوری نے لکھا ہے: "ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف ہے (ہدایہ ص ۳۵۰ ج ۱) حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳ ج ۲۔ یہ ہدایہ پر سفید نہیں سیاہ جھوٹ ہے۔ اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہے تو ہدایہ شریف کے متن کی اصل عربی عبارت پیش کریں، جس کا یہ ترجمہ ہے۔ اس کے علاوہ دوسرا جھوٹ لکھا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین صحیح ہے (ہدایہ ص ۳۵۰ ج ۱۔ شرح وقایہ ص ۹۳ ج ۱) یہ دونوں کتابوں پر جھوٹ ہے۔ ہے کوئی غیر مقلد جو ہدایہ اور شرح وقایہ کے متن کی عربی عبارت پیش کرے جس کا یہ ترجمہ ہو۔ اس پر صبر نہیں آیا، پھر اور جھوٹ لکھ دیا ہے کہ "ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں ہے۔ وہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہے اور ضعیف ہے" (شرح وقایہ ص ۹۳ ج ۱) یہ بھی شرح وقایہ پر سفید جھوٹ ہے۔ کوئی غیر مقلد شرح وقایہ کے متن سے ایسی عربی عبارت نہیں دکھا سکتا جس کا یہ ترجمہ ہو۔ اور اسی ایک ہی سانس میں چوتھا جھوٹ بھی بول دیا کہ "حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی حنفی سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے (ہدایہ ص ۳۵۱ ج ۱) یہ بھی بالکل جھوٹ ہے۔ کوئی ماں کا لعل ہدایہ شریف کے متن سے

ایسی عربی عبارت پیش نہیں کر سکتا جس کا یہ ترجمہ ہو۔ اور اس عقل کے اندھے کو اتنا بھی علم نہیں کہ صاحب ہدایہ تو ۵۹۳ھ میں وصال فرما گئے تھے اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ پانچ سو اٹھارہ سال بعد پیدا ہونے والے کا ذکر ہدایہ شریف میں کیسے آ سکتا ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ غیر مقلدین نے اہل سنت والجماعت احناف کی مخالفت اور ضد میں دین و دیانت کو کیسے خیرباد کہہ دیا ہے۔

(مسلک اہل حدیث زندہ باد)